

بایسینم اگر دستی بسالی ہمه از آب چشم تر بیابی
 دل صد پارہ ام گر باز جوئی بھریک پارہ صد نشتر بیابی
 ہمیں گر آتش دل بست روزے مرایک مشت خاکستہ بیابی
 چو گفت ارجمند آری فراہم
 حدیثہ عشق سرتاسر بیابی

ایک قطعہ میں چار چیزوں پر فخر کرتے ہیں۔ حسام الدین کی دوستی اور رشید کے بھائی ہونے
 پر اور یہ کہ

اوستادی ہم چوں شبی چوں سروشم رسبری

(شبی جیسا اوستاد ہے اور سروش میر رہبر ہے)

مولانا کافار سی کا اور سبھی کلام ہے، جو زیر طبع ہے۔

نوئے پہلوی کی قیمت چار روپے ہے۔

ان دونوں کتابوں کی قیمت ماہنامہ یثاق لاہور بھجو اک ناشرین سے انہیں منگوایا جا سکتا ہے۔ ناشرین۔ دائرة حمیدیہ۔ مدرسہ الاصلاح۔ سرائے میرزا عظیم گڑھ۔ یونی۔ پی۔ ہندوستان۔

میں نہیں، اسلام کے زندگی بخش نظام کو اختیار کرنے اور اسے انسانیت کے سامنے پیش کرنے میں ہے۔ اشتراکیت نے صرف انصاف کا نام استعمال کیا ہے ورنہ اسے عدل والاصاف سے کوئی حقیقی دلچسپی نہیں ہے۔ اسلام عدل اور قسط کا نظام قائم کرنے آیا ہے۔ اور کوئی انسانیت کی نجات اس میں ہے مجھن اس کا نام لینے میں نہیں، یاد و سر سے نظاموں پر اس کا لیبل چھپا کرنے میں نہیں۔ بلکہ اسلام کے پورے نظام کو فاعم کرنے میں ہے یہ اور یہی وہ نقطہ نظر ہے جسے "چراغِ راہ" ملتِ اسلامیہ کے سامنے پیش کر رہا ہے، سو شریم کی باتیں کرنے والے عکس میں جو مختلف گروہ پائے جاتے ہیں، مدیر محترم نے ان کے اوصاف گناہے ہیں۔ اور ان میں سے ایک گروہ کے بارے میں وہ لکھتے ہیں:-

"اُپر کے گروہ راج، میں ایسے لوگ بھی میں جو اخلاص کے ساتھ اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ اشتراکیت میں نیہر ہے۔ وہ اسلام سے متصادم نہیں۔ اس سے ان دونوں کا اجتماع ہو سکتا ہے مان کا یہ خیال اس وجہ سے ہے کہ وہ اشتراکیت سے پوری طرح واقعہ نہیں اور اس وجہ سے بھی کہ ان میں سے کچھ کا تصور مذہب دہی روایتی تصور ہے یعنی مذہب نماز روزہ سے عبارت ہے اور اجتماعی زندگی کے باقی تمام امور وقت کے تصورات کے مطابق طے کئے جاسکتے ہیں" ۔

پروغِ راہ کی اس اشاعتِ خاص میں "تاقابل انکار شواہد کی روشنی میں" اشتراکیت کی خام کاریاں اور مگر ابیاں پیش کی گئی ہیں۔ اور اس کے مختلف پہلوؤں کا جائزہ لیا گیا ہے۔ اس کے اکثر لکھنے والے جماعتِ اسلامی کے سکر بندا صحابہ قلم ہیں۔ ایک عنوان ہے:-
"عالم اسلام اور اشتراکیت کا چیلنج" اس کے شرکاء مشہور انگریز مورخ مائن بی، ریز تھال، منگری واث کے علاوہ اے کے بروہی، چودھری محمد علی، جیٹس عبدالحمید اور مولانا مودودی ہیں۔ اس ضمن میں مولانا مودودی لکھتے ہیں:-

"..... اس طرزِ بحث میں ہر وقت اس کا امکان ہے کہ اس (اشتراکیت) کی بنیادی مظلالت سے خالی ہو کر ہم اس کے بعض اجزاء کو ترک اور بعض اجزاء کو قبول کرنے کی غلطی میں مبتلا ہو جائیں اور یہاں تک کہہ گئیں کہ "خداحیج اشتراکیت مسادی اسلام"۔ مغربی تہذیب کا پیدا کردہ

ہر نظام و رحیقیت خدا سے کفر اور بغاوت ہے اس کا کوئی جزو قابل بحث نہیں ہے، بلکہ کل کا کوئی
غلط ہے....."

یہاں مولانا سے یہ سوال ہو سکتا ہے کہ پھر پاریمانی جمہوریت کے باسے میں وہ کیا کہتے ہیں
کیا وہ مغربی تمدن کا پیدا کردہ نظام نہیں :-

اس سے اگلاف فتوح و جو مولانا نے لکھا ہے، وہ ملاحظہ ہو:-

"انسان سر سے خود مختار ہے ہی نہیں کہ اسے اپنے لئے زندگی کا راستہ خود تجویز کر
لینے کا کوئی حق ہو....."

"چرا غیر راہ" میں کیونزدم کی بحیرت کی شکایت کی گئی ہے کیا اس تصور میں جو مولانا مودودی
نے پیش کیا ہے، سرتاپا بحیرت نہیں۔

پودھری محمد علی صاحب نے ایک آزاد معاشرہ "تمیر کرنے پر زور دیا ہے۔ لیکن اس وردیں آزاد
معاشرہ بالآخر سرمایہ داری نظام میں پر مشیج ہوتا ہے۔ چنانچہ جس آزاد معاشرہ کا تصور جو دھری صاحب
نے پیش کیا ہے، اس کے لئے تو کسی حد تک اشتراکیت لازمی ہے، خواہ وہ برطانیہ کی لیبر پارٹی ہی کی
اشتراکیت ہو۔

اس ضمن میں پردھیسٹر نیکمی داث لکھتے ہیں:-

"ایک طرف تو کیونزدم مسلمانوں کو یہ حلیج پیش کرتا ہے کہ وہ ایک اسلامی معاشرہ تشکیل کر کے دھمکیں
جس میں جدید یونیکالوجی کا مکمل استعمال بھی ممکن ہو سکے اور یہ چیز مسلمانوں کی صلح زندگی کی راہ میں
رکاوٹ بھی نہیں کے..... مسلمانوں کے لئے یہ کافی نہیں ہے کہ وہ مستقبل کے لئے ایک معاشرو
کا خاکہ اپنے پاس رکھتے ہیں۔ نئے معاشرے کے کچھ اجزاء پہنچ سے موجود بھی ہونے چاہیں....."

پردھی صاحب کے نزدیک کیونزدم چونکہ خالص مادی نظام ہے اور ایک مدنی دینی زندگی
میں الوبی مقاصد کی تبلیغ کے لئے کوشش ہے، اس لئے دونوں میں کوئی میل نہیں ہو سکتا۔

اس باسے میں جسٹس عبدالحمید کی رائے بڑی دلچسپ ہے۔ وہ فرماتے ہیں:-

اکثر مسلمان ملکوں کی جو حالت ہے۔ اگر ان ملکوں میں سیاسی تقاض (خامیوں) اور اقتصادی اور
معاشرتی فرایوں کی اصلاح نہ کی گئی تو یقیناً کیونزدم دنیا آگر رہے گا"

اُن کے مضمون کا ایک پیڑا یہ ہے:-

”عام طور پر کہا جاتا ہے کہ نہ بہب ہی صرف کمیز زم کا مقابلہ کر سکتا ہے۔ یہ درست ہے کہ کمیز زم ایک اقتصادی نظام ہے جو مذہب کے ساتھ بھی چلا یا جاسکتا ہے اس کا تجربہ روس میں ہوا ہے۔ جہاں بہت سے صوبوں میں کمیز زم کے باوجود مذہب بھی تامہر ہے.....“

”عالم اسلام میں اشتراکی تحریک کے باب میں مصر، شام، الجزاں اور عراقی میں اشتراکی تحریک کی جلد خام کاریوں کو جمع کی گیا ہے۔

اس باب کے پہلے مضمون کا پہلا جملہ یہ ہے: ”صدر مصر جمال عبد الناصر کا مقولہ ہے کہ سو شانزہ شریعت اللہ ہے“ اور جواہر دیا ہے بیردت میں چھپی ہوئی ایک کتاب کا۔ اور لکھا ہے کہ ”مصنف نے یہ مقرر شامی ادیب زہر شلن کے حوالے سے نقل کیا ہے:-

اس چھوٹی سی مثال سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ لکھنے والوں کے پیش نظر کیا ہے۔

مضمون بخکار خیل حامدی کے مضمون کا جو مصر پر لکھا گیا ہے، آفری جملہ یہ ہے: ”اسوان ڈیم صرف دس لاکھ ایکڑ زمین سیراب کر سکے گا، حالانکہ مصر کا ۹۴ فیصد صحرا ہے۔ اور تمام کاشت کا در نیل کے ذیلیا اور کناروں پر آباد ہیں۔ دس لاکھ ایکڑ کی سیرابی کے نئے مصر نے اپنی تمام اقتصادی ترویجاں گی کو اسوان ڈیم پر سچاود کر رکھا ہے۔ ماہرین اسوان ڈیم کے بارے میں اس خطروہ کی نشان دہی بھی کر رہے ہیں کہ اگر کسی وقت دشمن نے اس ڈیم پر بمباری کر دی تو قاہروہ کا تاریخی شہر پری طرح غرقاب ہو جائے گا۔“

یہ لکھنے کے بعد آخر میں ارشاد ہوتا ہے: ”ہم آفری میں صرف یہ پوچنا چاہتے ہیں کہ یہی وہ اشتراکی جنت ہے جس کی طرف سو شانزہ کے علم بردار مکھی انسانیت کو بلارہے ہیں۔“

ہو سکتا ہے کہ اسوان ڈیم سے صرف دس لاکھ ایکڑ زمین سیراب ہو۔ لیکن وہ تک جہاں بالآخر بس برائے نام ہوتی ہے۔ اور نیل ہی پر زمین کو سیراب کرنے اور خود انسانوں کے پانی پینے کا اختصار ہے، وہاں دس لاکھ ایکڑ زمین کو نیل کے پانی سے سیراب کر کے قابل کاشت بنانا کتنی اہمیت رکھتا ہے۔ بے شک نیل کے ذیلیا میں زیادہ آبادی ہے، لیکن وہاں تواب چپے بھر زمین بھی بے جتنی خوبیں رہیں آفری میں ۹۶ فیصد صحرا سے ہی کاشت کے لئے زمین حاصل کی جاسکتی ہے اور اس کے لئے لازماً یہی

بنانے پڑیں گے۔ اس سے پہلے اسوان میں ڈیم موجود تھا۔ اور صدر ناصر کی حکومت اسی کے قریب اب "سد عالیٰ" اونچا ڈیم بنائی ہے۔

باقی رہنمای کی تباہی کا خطرہ، تو یہ توہنک میں موجود ہوتا ہے، اور خود ہمارے مکن میں بھی ہے۔ لیکن اس خلرے سے ڈر کر فیم نہ بنانا اور زمین کو ناقابل کاشت رہنے دینا معلوم نہیں یہ کون سی عقل مندی ہے۔

مصنفوں نگار کی علمی دیانت ملاحظہ ہو کر اُس نے اس سلسلے میں اسوان ڈیم سے پیدا ہونے والی بجلی کا ذکر نہیں کیا۔ اور نہ یہ بتایا ہے کہ اس بجلی سے اسوان کا خطرہ جو پہلے غیر آباد تھا، اب بہت بڑا صنعتی مرکز بن جائے گا۔

اس میں شکر نہیں کر شام، عراق، مصر اور بعض دوسرے عرب مکون میں کمیونٹیٹ تحریکیں ہیں۔ اور وہ ذیل زمین اور بالائے زمین صروفِ جدوجہد ہیں، لیکن جہاں تک اس معلمانے میں مصر کی سرکاری پالیسی کا تعلق ہے، وہ کمیوزم اور کمیونٹیٹ پارٹی کے خلاف ہے اور وہاں اس پر قانونی پابندی ہے۔ باقی رہی مصر کی اشتراکیت، صدر ناصر کا اصرار ہے کہ دو اسلام کے خلاف نہیں۔ اور اسلام کے عدل اجتماع کے اصولوں پر مبنی ہے۔

کمیوزم کے نظریات، اُس کے فلسفہ اور اصول و مبادی پر اسلام کے نقطہ نظر سے بڑے سنگین اغراضات ہو سکتے ہیں، اور وہ ہونے چاہیں۔ اس سلسلے میں ذیل نظر شمارے میں جو کچھ بھی لکھا گیا ہے، ہر مسلمان جو اسلام کے عقائد اور اصول پر ایمان رکھتا ہے اُس کا خیر مقدم کرے گا، لیکن سلکرزم کے نام سے اُن تمام مسلمان مکونوں کو مطعون کرنا اور ان کے نظمِ نسبت کی کوتاہیوں کو بڑھاچڑھا کر بیان کرنا جن سے جماعتِ اسلامی کی بوجہ سیاسی مخالفت ہے۔ مدیر چراغِ راء نور شید صاحب کے مندرجہ ذیل دعویٰ کے حق میں نہیں جاتا،

"..... ہم نے جوبات بھی کی ہے، دلیل کے ساتھ کہی ہے، سند کی بنیاد پر کہی ہے۔"

اور علمی انداز میں اور افہام و تفہیم کے مقصد سے کہی ہے....."

صفحہ ۲۸ اور ۲۹ پر نور شید صاحب نے اشتراکیت کے تعلق یہ بھی لکھا ہے۔

"اشتراکیت نے بیسویں صدی کو فنکر یا تی مزاج دینے میں بھی غیر معمولی خدمات انجام دی

ہیں۔ جنرا فیائی قوم پرستی کے بُت پر اشتراکی حاکمیت کی نہایت ہی کامیاب ضرب لگائی ہے.....
اشتراکیت نے بہت سے نئے تجربات بھی کئے ہیں۔ اور یہ تجربات انسانیت کی مشترک
میراث ہیں۔ ان سے ہر قوم اپنی ضرورت، اپنے حالات اور اپنے اصول و اقدار کی مناسبت سے
استفادہ کر سکتی ہے۔ جس طرح ہم بہت سے معاملات میں مغربی صرایم واری کے کئے ہوئے تجربات
سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں اسی طرح اشتراکی تجربہ سے بھی بہت سی چیزوں سمجھی اور اخذ
کی جا سکتی ہیں

”اشٹراکیت نے اخلاقی اور مذہب کی نظر کی ہے لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ جن لوگوں نے اس کی پہچان پر بلیک کہا ہے، وہ اخلاقی جس کی پہچان پر کہا ہے۔ اس نے انسانوں کی توجہ کو سرمایہ دار ادارہ نظام میں بہ پا ہونے والے ظلم و استھصال اور بے انصافی پر مرکوز کیا اشٹراکیت کے یہ ”مضید اور مشبت پہلو گنانے“ کے بعد موصوف لکھتے ہیں:-

”اس پہلو سے اشترائیت غیر ارادی طور پر ایک منفید کام کرنے کا ذریعہ بنی ہے۔ اگر محترم مدیر فردا در نظر سمجھی کی طرف سے جاتے تو وہ دیکھتے کہ اشترائیت غیر ارادی طور پر عالم اسلام کے نئے کئی ایک اور منفید کام کرنے کا بھی ذریعہ بنی ہے۔ پہلی جنگ عظیم جب برطانیہ اور فرانس کی فتح پڑی، تو برطانوی فوجیں قسطنطینیہ پر قابض تھیں۔ سمنا کا انطاولی علاقہ یونان کو بخش دیا گیا تھا۔ ایران براہ راست برطانیہ کے تحت آگیا تھا۔ عراق، شام اور فلسطین میں برطانوی فوجیں پڑی ہوئی تھیں۔ اور کابل تو انگریزوں کا وظیفہ خوار تھا۔ روس کے اشترائی انقلاب کی بدولت، غیر ارادی طور پر ہی سبی، مصطفیٰ کمال انطاولی سے یونانیوں کو اور قسطنطینیہ سے انگریزوں فوجوں کو نکالنے میں کامیاب ہوا۔ اور ترکی کے مردیمار کوئی زندگی می۔ رضا شاه نے ایران کی سرزمیں سے برطانوی فوجوں کو نکلنے پر مجبور کیا۔ اور امان اللہ خان نے افغانستان کو آزاد کرایا۔ اس کے بعد تی مصادر عراق اور دوسرے مسلمان ملکوں میں آزادی کی جدوجہد شروع ہو سکی، اور ایک ایک گر کے یہ حکم آزاد ہوتے گئے۔

صدر ناصر لاکھ گردان زدنی سہی، لیکن اگر ۱۶۵۷ء میں مصر پر برطانیہ اور فرانس کا قبضہ ہو جاتا، تو آج نہ صرف عالم اسلام کی، بلکہ دن برسے ایشیا کی جو حالت ہوتی، اُس کا اندازہ کی

جاستا ہے۔ یہ اشتراکی روس کی دھمکی تھی کہ حملہ اور رُک گئے۔ اور انہیں مصر سے اپنی فوجیں بخالی پڑیں۔ الجزائر کی آزادی میں بے شک خود اہل الجزائر کا بھی بڑا ہاتھ ہے لیکن انہیں اخلاقی اور مادی مدد و کہان سے طقی رہی؟

اور ابھی حال میں ہمارے ہی ملک میں ہندوستان کی جاریت کی تو سین و تکیل میں کون ہماری مدد کو پہنچا، اُسے سب جانتے ہیں۔

یہ عرض کرنے سے ہمارا مقصد و مقصود یہ ہے کہ خدا کی اس خدائی میں چیزوں کو اس طرح دیکھنا کہ یا تو وہ بالکل سفید ہیں یا بالکل سیاہ۔ علمی و تھقیقی انداز نظر نہیں۔ اور اس سے تو خود اس خدائی کے پیدا کرنے والے خدا کی حکمت پر خدا نخواستہ نہ پڑتی ہے۔ ہر چیز کو اُس کے صحیح موطن ہیں دیکھنا چاہیے۔ اور اُسی اعتبار سے اُس کے حسن و قبح کا جائزہ لیتے کی ضرورت ہوتی ہے۔

ماکسزم، سرمایہ داری اور اُس سے پیدا ہونے والے استعمار اور اُس کے مفاد کے تعلق متع کے لئے وجود میں آئی۔ اس نے بہت حد تک اپنا یہ تاریخی فریضہ ادا کیا۔ یہیں اُس کے ان کامیابوں کا کٹھنے وال سے اعتراض کرنا چاہیے جیسا کہ علامہ اقبال نے کیا۔ مرحوم نے اپنے فارسی و اُردو اشعار اور انگریزی لیکھروں میں اشتراکیت کے ان پہلوؤں کی تعریف کی ہے اور انہیں خارج تھیں ادا کیا ہے۔ اس دائرہ میں بھی اگر آپ اشتراکیت کو بُرا بھلا کتے ہیں، جیسا کہ عام طور پر زیر نظر رسائی میں کہا گیا ہے، تو یہ اسلام کی نہیں، بلکہ موجودہ سرمایہ داری اور استعمار کی خدمت ہے۔ باقی رہا انسان فکر و نظر کا وہ ارتقاء جو کبھی ختم نہ ہو گا، اور جس کے مطابق بند سے بند تر تر قدریں اور انہیں عمل میں لانے کے حصے اور لوٹے جن کا محکم درہ تاریخی آن محمد ہے، باہر پیدا ہوتے رہیں گے، اُس کی نظر سے جب ماکسزم کا مطالعہ کیا جائے گا، تو یقیناً، س میں خامیاں سامنے آئیں گی۔ اور اگر انسان کو آگے بڑھا ہے تو ان خامیوں کی برابر نشان دی جی ہوتی رہنی چاہیے۔

افسوس یہ ہے کہ اس رسائی میں بند انسانی نقطہ نظر سے سو شذوذ کا بہت کم اختصار کیا گیا ہے۔ اور زیادہ تر اس عالمی تحریک کو اُسی زاویے سے دیکھا گیا ہے، جو جماعت اسلامی کے لئے خاص ہو گیا ہے، اور وہ اندر وہنِ ملک اور بیرونِ ملک اُسی سے ہر چیز کو دیکھنے کی عادی ہو گئی ہے۔

سوشزم اس عہد کا ایک مقبول عامن نظام ہے۔ بعض اُسے صرف اقتصادیات تک محدود رکھنا چاہتے ہیں۔ اور بعض کے نزدیک اس کی حیثیت ایک ہمگیر مہربنگی ہے۔ سو شزم سربایر داری نظام کے بطن سے پیدا ہوا ہے۔ اور اس لحاظ سے اُسے انسانی تاریخ کے ایک اہم مورکی حیثیت حاصل ہے۔ اب اسلام کا سو شزم کو مدد مقابل بنائیں کرنا اور اس طرح اس کی خلافت کرنا کہ اسلام کے مقابلے میں وہ سرتاپا شر ہے ہمارے نزدیک دانش مندی کا ثبوت نہیں۔ سو شزم کو تاریخی قوتوں نے جنم دیا ہے، اور تاریخی قوتوں کا سرے سے اکھار کرنا ممکن نہیں ہوتا۔ کچھ بعد نہیں کہ میں اپنی اقتصادیات، اپنے معاشرے اور نظام حکومت کو ہبہر نانے کے لئے سو شزم کے بعض اسایب کو اپنا پڑھے۔ اس صورت میں ”چراغِ راہ“ جیسے رسالوں نے اسلام کو سو شزم کے ہر پہلو کا جس طرح ضد ثابت کروایا ہو گا۔ اس سے عوام کے دلوں میں بڑی الجھنیں پیدا ہوں گی۔ اور خدا صفا و دُنے مادر کا امکان کمرہ جائے گا۔

مثال کے طور پر مولانا مودودی سالہ سال جمہوریت (ڈیموکریسی) کو گفر و شرک بتاتے رہے اور آج اسی جمہوریت مکہ پاریمانی جمہوریت کے سب سے بڑے علم بردار ہیں۔

بہر حال چراغِ راہ کے سو شزم نمبر کا شائع ہونا اس لحاظ سے بڑا چاہے کہ اس سے سو شزم پر بحث کے دوازے کھلیں گے۔ اور جس طرح اس میں سو شزم کو اسلام کی ضد ثابت کیا گیا ہے۔ ممکن ہے دوسرے لوگ اسلام اور سو شزم میں قربت دیکھ جیتی کے نقاٹ ڈھونڈیں۔

رسائے کی ضخامت ۰۷۵ صفحے ہے۔ نیوز پرنٹ پر چھپا ہے۔ کتاب اور چھپائی بہت اچھی ہے۔ کتابت کی غلطیاں شاذ و نادر ہیں۔ قیمت چھروپے۔ ملنے کا پتہ: میمنج چراغِ راہ۔ یوسف منزل، ہنزہ روڈ، کراچی۔
(م۔س)

طبع: استقلال پرنس لاہور
طابع: ظہیر الدین۔

ناشر: داکٹر فضل الرحمن، ادارہ تحقیقات اسلامی۔ اسلام آباد (پاکستان)